36

فتنہ شدھی اور جماعت احمدیہ

(فرمودہ ۵ر اکتوبر ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

فتنہ ارتداد کے شروع ہونے پر میں نے بعض اعلانات اس قسم کے کئے تھے کہ اس وقت مسلمانوں کو دشمن کا مقابلہ مل کر کرنا چاہیئے کیونکہ دشمن کا یہ حملہ اس قسم کا حملہ ہے کہ اگر فوراً اور ابھی سے اس کی روک تھام نہ کی گئی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کا رعب داب جو دنیا پر دیر سے جما ہوا ہے اس کو نقصان پہنچے گا۔ اور دشمن کو اسلام کی عمارت میں نقب زنی کا موقع مل جائے گا۔ اور اگر ایک قوم ہزاروں کی تعداد میں بلا روک ٹوک اور بلا مقابلہ دشمنوں میں چلی جائے۔ تو خواہ وہ کیسی ہی گری ہوئی قوم کیوں نہ ہو۔ اسلام کے نام پر دھبہ لگے گا اور پھر یہی نہیں بلکہ اور بہت سی قومیں تیار ہو جائیں گی کہ اسلام کو چھوڑ کر چلی جائیں۔ میرا مطلب اس اعلان سے کیا تھا وہ ہمارے طریق عمل نے ظاہر کر دیا ہے اور جس رنگ میں ہم نے اپنی طرف سے مل کر کام کرنے کی کوشش کی ہے باوجود مخالفین کی طرف سے رستہ میں روڑے اٹکانے کے وہ اس بات کو اچھی طرح ظاہر کرتی ہے کہ ہماری نیت شروع سے یہی تھی کہ مل کر کام کریں۔ اتفاق اور اتحاد سے کام ہو اور میدان عمل میں ایک دوسرے کا مقابلہ اور مخالفت نہ کی جائے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ غلطی سے میرے اعلانات سے ایسا مطلب اخذ کر رہے ہیں جو میرا نہیں تھا اور ہم سے ایسی امید رکھتے ہیں جو کوئی عقل مند کسی عقل مند سے نہیں رکھ سکتا۔

بعض لوگ اس اتحاد کے معنے یہ لیتے ہیں کہ ہمیں آئندہ سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ بالکل چھوڑ دینی چاہیئے اور اپنے مذہب کی اشاعت نہیں کرنی چاہیئے۔ میرے نزدیک کسی ایسے شخص سے جو کسی مذہب کو سچا اور نجات کا ذریعہ سمجھتا ہو یہ امید رکھنا کہ وہ کسی غرض کے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ چھوڑ دے گا اس امر کا ثبوت ہے کہ یا تو جو ایسی امید رکھتا ہے وہ پاگل اور مجنون ہے اور یا جو اس قسم کا وعدہ دیتا ہے وہ جھوٹا اور مکار ہے یا مجنون ہے۔ یہ خیال کرنا کہ ایک شخص جس مذہب کو اپنی

نجات کا موجب سمجھتا ہے جس کے متعلق اسے یقین ہے کہ اس کے بغیر ترقی ناممکن ہے جس کو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے قرار دیتا ہے اس کے متعلق یہ معاہدہ کرے گا کہ میں اس کی اشاعت نہیں کروں گا۔ اس سے بڑھ کر بدگمانی اور کیا ہو سکتی ہے کیونکہ اس بات کو سمجھتے ہوئے کہ اس مذہب کے بغیر ترقی ناممکن ہے اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ دنیا اسی کے ذریعہ تباہیوں اور بربادیوں سے بچ سکتی ہے کس طرح ممکن ہے کوئی یہ امید دلائے کہ وہ اس مذہب کی تبلیغ نہیں کرے گا اور کس طرح ممکن ہے کہ دوسرے لوگ کسی کو خاص عقیدہ کا پیرو مانتے ہوئے اس سے یہ امید رکھیں۔ کیا کوئی کسی کو کہہ سکتا ہے کہ کل تم نے کہا تھا میں اپنے بیوی بچوں کے سر کاٹ کر تمہارے پاس لاؤں گے مگر تم نہیں لائے اور جب وہ کہے کہ میں نے کہا تھا تو وہ کہے شاید مجھے غلط فہمی ہو گئی ہوگی۔ تم نے کچھ اور کہا ہوگا۔ اگر یہ نہیں کوئی کہہ سکتا اور اس قسم کی غلط فہمی نہیں ہو سکتی تو اس کے متعلق کس طرح اسی قسم کی غلط امید قائم کی جا سکتی ہے جو بیوی بچوں سے زیادہ پیاری اور زیادہ ہے۔ مذہب کے مقابلہ میں بیوی بچے یا مال و جائداد یا اپنی جان کی اتنی بھی حقیقت نہیں جتنی چیونٹی کی ہوتی ہے۔ پس اگر اس چیز کے متعلق جو دین کے مقابلہ میں چیونٹی سے بھی حقیر ہے کوئی قربانی کی امید نہیں رکھ سکتا تو یہ خیال کس طرح کر لیا گیا کہ ہم نے اقرار کر لیا ہے یا کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے مذہب کی تبلیغ چھوڑ دیں گے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور اس پر کبھی صلح کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ کیا دو آدمیوں میں اس امر پر صلح کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے کہ دونوں زہر کھا کر مر جائیں جب مر گئے تو پھر صلح کس کام کی اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں اپنے دین کی تبلیغ چھوڑ دوں گا وہ روحانی طور پر مر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور ملعون اور لعنتی ٹھہر جاتا ہے اس کو صلح کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ پس کیا ہم اپنے ایمانوں کو جن کی قیمت ہم ساری دنیا سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں اس لئے قربان کر سکتے ہیں کہ ملکانوں کو جو دین کا نام تک نہیں جانتے ان کی پہلی رسوم پر قائم رکھیں۔ میں حیران ہوں ان لوگوں کی عقلوں پر جو یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم نے اس قسم کا وعدہ کیا ہے کہ ہم اپنے مذہب کی تبلیغ چھوڑ دیں گے۔ میں ایسے لوگوں کو ہوشیار کرنا چاہتا ہوں اور کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس قسم کا نہ کوئی وعدہ کیا ہے اور نہ کر سکتے ہیں۔ خواہ اس کے بدلے میں ساری دنیا بھی مل جائے۔ ملکانے تو الگ رہے۔ اگر ساری دنیا کے کافر بھی آکر کہیں کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں تم اپنے مذہب کی کوئی تعلیم چھوڑ دو۔ تو بھی ہم کبھی نہ مانیں گے۔ کیونکہ دین کے معاملہ میں سب سے پہلے اپنے دین اور اپنے ایمان کی فکر ضروری ہوتی ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ساری دنیا کے لئے ہم اپنا ایمان برباد کر لیں۔ اگر ہزار آدمی بھی ایک شخص کے جھوٹ بولنے سے مسلمان ہوتا ہے تو شریعت اس شخص کو ہرگز اجازت نہ دے گی کہ جھوٹ بول لے۔ اسی طرح اگر ساری دنیا اس شرط پر مسلمان

ہونے لگے کہ ایک مومن کافر ہو جائے تو اسلام اس کی ہرگز اجازت نہ دے گا کیونکہ اسلام میں ایمان اور صداقت کا کوئی بدلہ نہیں رکھا گیا۔ پس یہ کسی چیز کے لئے قربان نہیں کئے جا سکتے۔ قربانیاں ان چیزوں کی ہوتی ہیں جو ایمان سے نیچے ہیں۔ مثلاً مال' جان' عزیز قربان کئے جا سکتے ہیں لیکن اگر کوئی چیز قربان نہیں کی جاسکتی خواہ ایک شخص کی قربانی کے مقابلہ میں کروڑ مسلمان ہوتے ہوں تو وہ ایمان ہے اور یہ ایمان کا جزو ہے کہ انسان اپنے مذہب کو دوسروں تک پہنچائے۔ کوئی شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہے مگر یہ کہے کہ میں تبلیغ اسلام چھوڑتا ہوں تو وہ مومن ہی نہیں۔ اور یہ ایسی بات ہوگی کہ کوئی کہے میں زندہ رہوں گا مگر کھاؤں کا کچھ نہیں۔ جو شخص یہ نیت کرتا ہے کہ میں تبلیغ نہ کروں گا اس کا ایمان اسی وقت نکل جاتا ہے اور وہ اسلام کے دائرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس کس طرح ممکن ہے کہ ہم ایسے لوگوں کی خاطر جن کے متعلق معلوم ہی نہیں کہ کیا فائدہ دیں گے ایسے لوگوں کو ضائع کر دیں جو ساری دنیا کو اس ایمان سے فائدہ پہنچا رہے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملا۔ اور جس کے متعلق وہ یقین اور وثوق رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نبی کے ذریعہ ملا اور جو ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں۔ پس یہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہم کہیں کہ ہم احمدیت کی تبلیغ نہیں کریں گے۔ ہاں یہ کہنا کہ فلاں علاقہ میں فلاں وقت فلاں فلاں بات نہ کہیں گے یہ ایک حد تک درست ہو سکتا ہے مگر یہ اقرار بھی حالات کے بدلتے ہی ناجائز ہو جائے گا۔ مثلاً ایک شخص خدا کا منکر ہو مگر اسے بتایا جائے اگر تم زکوٰۃ نہ دو گے تو کافر ہو جاؤ گے تو یہ درست نہیں ہوگا۔ زکوٰۃ کے متعلق بتانے والے کو کہیں گے۔ ابھی اس کو یہ تعلیم دینے کا وقت نہیں ہے پہلے خدا منواؤ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اقرار کراؤ اور پھر زکوٰۃ کا حکم سناؤ۔ اسی طرح اگر ایک استاد ایم۔اے یا بی۔اے کی کتابیں بچہ کے آگے رکھے اور اسے کہا جائے کہ پہلے قاعدہ شروع کراؤ مگر وہ کہے کیا میں پڑھانے سے رک جاؤں تو اسے کہیں گے تم اس طرح پڑھانے سے رکتے نہیں بلکہ جو طرز تم نے اب اختیار کر رکھی ہے اس میں پڑھائی کا حرج ہے اور اس طرح تم پڑھاتے نہیں بلکہ پڑھنے سے روکتے ہو پس اگر تم پڑھانا چاہتے ہو تو پہلے قاعدہ پڑھاؤ۔

اسی طرح وہ لوگ جن پر آریوں کا اثر ہے اور جو ان کے دغا اور فریب میں آرہے ہیں ان کے متعلق اگر ہم کہیں کہ انہیں ہم اس وقت آریوں کے حملہ سے بچاتے ہیں تو یہ تبلیغ احمدیت سے رکنا نہیں بلکہ تبلیغ کرنا ہے۔ لیکن اگر ایسا موقع ہو کہ ان لوگوں کو ہمارے آدمیوں کے متعلق پتا ہو کہ یہ احمدی ہیں اور وہ پوچھیں کہ احمدی کیا ہوتے ہیں۔ اس وقت اگر ہم احمدیت کے متعلق نہ بتائیں تو یہ تبلیغ سے رکنا ہے کیونکہ جب کوئی احمدیت کے متعلق پوچھتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں سمجھنے کی قابلیت ہے اور اس کے سمجھنے کا وقت آگیا ہے۔ اس وقت ہمارا فرض ہے کہ اسے

سمجھائیں۔

یہی وعدہ تھا جو میں نے کیا تھا یعنی یہ کہ ہم ملکانوں میں احمدی تبلیغ کی خاطر نہیں جاتے ان کو آریوں کے حملوں سے بچانے کے لئے جاتے ہیں۔ اور ہمارا مقصد اولیٰ یہی ہے کہ آریوں سے ان کو بچائیں اور ہم نے اس وعدہ کو پورا کیا۔ ہمارے آدمیوں کو سخت ہدایات تھیں کہ وہ احمدیت کی تبلیغ نہ کریں اور سب زور آریوں کے مقابلہ میں خرچ کریں اور ہمارے مبلغوں نے الا ماشاء اللہ اس حکم کی تعمیل پوری طرح کی اور آریوں کے مقابلہ میں ہر ایک اختلاف کو نظرانداز کئے رکھا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ان اعلانات کو ہماری کمزوری پر محمول کیا گیا اور ہماری صلح کی خواہش کو ہماری شکست سمجھا گیا اور ہماری اعانت کو ہماری جاہ طلبی قرار دیا گیا۔ جونہی کہ مولوی صاحبان نے دیکھا کہ اس جماعت کی قربانیاں لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں اور لوگ ان کے کام کے مقابلہ میں ہمارے کام کو حقیر سمجھ رہے ہیں۔ ان کے دلوں سے اسلام کی خدمت کا سوال جاتا رہا اور ہمارے مقابلہ کا خیال جاگزین ہو گیا۔ اب آریہ ان کو بھول گئے اور ہمارا وجود ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا۔ مولوی صاحبان کو یا تو جغرافیہ کا کوئی علم نہیں اور مردم شماری کی رپورٹیں اور بعض دیگر ذرائع معلومات سے وہ واقف نہیں یا یہ کہ ان کو ان گاؤں میں جہاں ہمارے احمدی جاتے تھے کوئی خاص کشش معلوم ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنا یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ ہمارے آدمیوں کے پیچھے پیچھے نکل کھڑے ہوئے اور جہاں ہمارے آدمی پہنچتے وہاں وہ بھی جا پہنچے' بعض جگہ ہمارے ہی آدمیوں کے مہمان ٹھہرے' انہیں کے پاس کھانا کھایا' شربت پیئے۔ غریب مسافر احمدی مبلغ نے اپنے ہاتھوں سے کھانے پکا کر ان کے آگے رکھے۔ جاتے وقت اگر موقع ملا تو زبانی نہیں تو خط کے ذریعہ سے گاؤں کے مکھیا کو ہوشیار کر گئے کہ قادیانیوں کو ہرگز یہاں ٹھہرنے نہ دینا یہ لوگ آریوں سے بدتر ہیں۔ آریہ ہو جانا بہتر ہے لیکن ان لوگوں سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے ان باتوں کا اثر بعض جگہ پر یہ ہوا کہ ہمارے مبلغ نکالے گئے ایک جگہ سخت گرمی کے دنوں میں ہمارا ایک مبلغ جو اس علاقہ سے بالکل ناواقف تھا تین دن بلا کھانے کے تپتی دوپہر میں جنگل میں پڑا رہا۔ کیونکہ وہ بغیر حکم کے اپنی جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا تھا اور مولویوں نے گاؤں والوں کو بھڑکا کر اسے گاؤں سے نکلوا دیا تھا کہ یہ آریوں سے بدتر ہے۔ بعض جگہ مولویوں کی باتوں کا الٹا اثر ہوا لوگوں نے اس بات سے انکار کر دیا کہ جانوروں کی طرح مولوی صاحبان کی لاٹھیوں کے آگے ہانکے جائیں۔ انہوں نے اپنی عقلیں اور آنکھیں مولوی صاحبان کے سپرد کر دینے سے صاف جواب دے دیا اور ہمارے آدمیوں کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ آپ لوگوں کو یہ مولوی صاحبان کیوں کافر کہتے ہیں۔ آپ میں تو سب باتیں اسلام کی معلوم ہوتی ہیں آپ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اسلام کی خدمت مفت کرتے پھرتے ہیں وہ

کونسی بات ہے جس کی وجہ سے آپ کافر ہیں۔ ہمارے آدمیوں نے اکثر مقامات پر پھر بھی یہی جواب دیا کہ ہم میں تو کوئی کفر کی بات نہیں آپ دیکھ سکتے ہیں پس ان لوگوں نے ذاتی عداوت سے ایسا کہا ہے لیکن مولوی صاحبان کو کب چین آتا تھا انہوں نے دوسرے دورہ میں لوگوں کو یوں کہنا شروع کیا کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں اور اپنے عقیدہ کو چھپاتے ہیں۔ یہ پنجاب کے ایک شخص کو نبی مانتے ہیں اور نیا کلمہ انہوں نے بنا لیا ہے اور قرآن کے منکر ہیں۔ ان باتوں کا بھی یہی اثر ہوا کہ بعض جگہوں کے لوگوں نے بلا تحقیق ہمارے آدمیوں کی مخالفت شروع کر دی اور بعض جگہ کے لوگوں نے پھر آکر ہمارے آدمیوں سے سوال کرنے شروع کر دیئے اور آخر ان کو جواب دینا پڑا۔ جب انہوں نے جواب دیئے تو احمدیت کی تبلیغ کا سوال بعض جگہ ضرور پیدا ہوا اور ان حالات میں ضرور پیدا ہونا چاہیئے تھا لیکن اس کے ذمہ دار ہم لوگ نہیں وہ مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے خود ان علاقوں میں جا کر لوگوں کو ہمارے خلاف اکسایا۔

گوہیٹہ ضلع ایٹہ میں ایک جلسہ آریوں کے خلاف کیا گیا تمام مولوی صاحبان وہاں آکر جمع ہو گئے اور آریہ لیکچراروں کی موجودگی میں انہوں نے لیکچر گاہ میں کھڑے ہو کر شور مچا دیا کہ احمدی آریوں سے بدتر ہیں۔ اس جلسہ میں ایک لفظ احمدیت کے متعلق نہیں کہا گیا تھا خود غیر احمدی مولوی صاحبان بھی بطور لیکچرار کھڑے کئے گئے تھے لیکن باوجود اس کے آریوں کی موجودگی میں ہمیں گالیاں دی گئیں اور آریہ اخبارات نے اس پر پھبتیاں اڑائیں اور خوشی کا اظہار کیا۔ کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ اس وقت مخدوش علاقوں میں احمدیت کی تبلیغ کی جاتی تھی لیکن جب اس طرح جلسہ میں جہاں مختلف جگہوں کے نمائندے آئے ہوئے تھے سلسلہ کی مخالفت کی گئی تو لوگوں میں خود تحریک ہوئی۔ نبی حسن خان صاحب رار پٹی کے اس جلسہ میں موجود تھے ان کو یہ حرکت مولویوں کی ناپسند ہوئی اور انہوں نے کہا کہ یہ عجیب حرکت ہے کہ دشمن کے مقابلہ کے وقت بلا وجہ آپس میں جنگ ہو رہی ہے۔ لیکن مولوی صاحبان پر اثر نہ ہوا اس سے ان کے دل پر اس امر کا گہرا اثر پڑا کچھ دنوں کے بعد وہ قادیان آئے اور یہاں آکر احمدی ہو گئے۔ اسی طرح اس واقعہ کے بعد کچھ لوگ اور قادیان آئے اور احمدی ہو گئے۔

غرض ہم نے پوری طرح اپنے عہد کو نباہا لیکن ہر ایک معاہدہ اپنی شرائط کے ساتھ ہوتا ہے اگر مولوی صاحبان نے ان شرائط کو توڑ دیا جن سے وہ معاہدہ تھا اگر انہوں نے ان حالات کو بدل دیا جن کے ماتحت اس قسم کے معاہدہ ہو سکتا تھا۔ لوگوں کے دلوں میں احمدیت کے متعلق جستجو پیدا کر دی ان کو اس اہم امر کے لئے بیدار کر دیا تو کیا پھر بھی وہ ہم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ایسے علاقوں میں ہم خاموش رہیں اور ان سوالوں کا جواب نہ دیں جو مولوی صاحبان نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کئے

ہیں۔ اگر یہ امید ان کے دلوں میں ہے تو اس امید کو اپنے دلوں سے نکال دیں۔ ہم بیشک ان لوگوں میں احمدیت کی تبلیغ نہیں کرتے جو آریوں کے زیر اثر ہیں اور ان لوگوں میں نہیں کرتے جو ابھی اسلام کے ابتدائی مسائل کے سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔ لیکن ملکانوں کے سوا دوسرے لوگوں میں جو اسلام کو سمجھ سکتے ہیں یا ان راجپوت لوگوں میں جن کو خود مولویوں نے سوالات کرنے پر آمادہ کر دیا ہے ہم اپنی تبلیغ کس طرح بند کر سکتے ہیں۔ کیا آریوں کے حملہ کے روکنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم قائم گنج اور فرخ آباد اور دیگر شہروں میں جہاں ملکانے لوگ نہیں ہیں اپنی تبلیغ نہ کریں۔ غرض ہم نے کبھی وعدہ نہیں کیا اور نہ کر سکتے ہیں کہ ہم احمدیت کی تبلیغ کسی جگہ بھی اور کسی حال میں بھی نہیں کریں گے ہمارا وعدہ مشروط تھا اور صرف یہ تھا کہ ہم اس قوم میں اس غرض کے لئے نہیں جائیں گے کہ احمدیت کی تبلیغ کریں یعنی ابتداء نہیں کریں گے لیکن دوسرے لوگوں کے مجبور کرنے پر بھی ہم چپ رہیں۔ یہ ہمارا ارادہ کبھی نہیں ہوا اور یہ وعدہ ہم نے کبھی نہیں کیا۔ اگر ایسا کوئی وعدہ اشارۃً اور کنایتہً بھی کیا ہو تو اس کو پیش کیا جائے۔ ہم اس امر کے لئے تیار ہیں کہ غیر جانبدار کمیٹی بنائی جائے جو دیکھے کہ کیا غیر احمدی مولویوں نے جاکر ان لوگوں کو ہمارے مبلغین کے متعلق نہیں کہا کہ یہ کافر ہیں۔ ان کو اپنے گاؤں سے نکال دو' ان کی باتیں سننے سے آریہ ہو جانا بہتر ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو کون عقلمند ہے جو اپنے اپ کو دنیا کے سامنے عقلمند کی حیثیت سے پیش کرے اور کہے کہ احمدی مبلغ اس وقت بھی جواب نہ دیتے۔ اگر اس وقت جواب نہ دیتے تو وہ منافق اور بے ایمان بنتے۔ ہمیں سنایا جاتا ہے اور دھمکی دی جاتی ہے کہ اگر تم احمدیت کی تبلیغ سے نہ رکے تو یہ کر دیا جائے گا اور وہ کر دیا جائے گا۔ مگر ہم کب دنیا سے دبے اور کب ہم نے کسی کی غلامی کی اور کب کسی سے مرعوب ہوئے کہ اب ہو جائیں گے۔ ہم تو اس وقت ساری دنیا سے نہ ڈرے جب چند تھے۔ خدا تعالیٰ نے ہماری اس وقت کی کمزوری کو دیکھ کر ہماری مدد کی اور لاکھوں انسانوں کو احمدیت میں داخل کر دیا۔ ہمیں اپنے فضل اور رحم سے قوت' طاقت' رعب اور شوکت دی۔ پھر کیا ہم خدا تعالیٰ کے اتنے احسانوں کے بعد اب ڈر جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ جو غلامی کا عادی ہوتا ہے۔ وہی کسی کی غلامی کر سکتا ہے۔ ہم کو خدا تعالیٰ نے اپنے سوا کسی کا غلام نہیں بنایا بلکہ آزاد بنایا ہے۔ اور ہم کسی کے غلام نہیں ہو سکتے۔ ہم نے جو وعدہ کیا تھا۔ اسلام کے نام کی عزت کے لئے کیا تھا۔ چونکہ اسلام کا صدمہ ہمارا صدمہ تھا۔ اس لئے ہم مسلمان کہلانے والوں کی خبر گیری کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم نے کسی سے ڈر کر کسی کے خوف سے اور کسی کی دھمکی سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ ضرورت وقت کے لئے کیا تھا۔ کیونکہ جو قوم اسلام کے موٹے موٹے مسائل کو ہی نہیں سمجھ سکتی تھی اس کے سامنے حیات و وفات مسیح کا مسئلہ چھیڑنا غلطی تھی۔ لیکن جب مولویوں نے ان

کو ہمارے خلاف اکسایا اور خود ان کو اس طرف توجہ دلائی تو جس طرح مکہ والوں نے مسلمانوں کو چھیڑ کر مکہ پر ان کا قبضہ کرایا۔ اسی طرح ان مولویوں نے لوگوں کو اکسا کر ہمارے لئے تبلیغ احمدیت کا رستہ کھول دیا۔ چونکہ اسلام کا مسئلہ ہے کہ خود کسی پر حملہ نہ کرو۔ اس لئے اگر مکہ والے مسلمانوں پر حملہ نہ کرتے تو مکہ پر مسلمانوں کی حکومت نہ ہوتی اور اگر قیامت تک حملہ نہ کرتے تو مسلمانوں کی حکومت کبھی نہ ہوتی۔ سوائے اس کے کہ وہ لوگ مسلمان ہو جاتے۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی وہاں حکومت ہو۔ اس لئے ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ کفار کے ذریعہ جنہوں نے قوم کو تیار کرایا۔ مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو جائز حق دے دیا کہ وہ مکہ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیں۔

ہم اس بات سے ناراض نہیں ہیں کہ مولویوں نے ہمارے راستہ میں روڑے اٹکائے۔ ہمارے خلاف لوگوں کو اکسایا کیونکہ ہم نے نہ چاہا تھا کہ جب تک وہ لوگ پختگی سے مسلمان نہ کہلانے لگ جائیں اس وقت تک ان میں احمدیت کی تبلیغ کریں۔ اور ہم نے نہ چاہا تھا کہ جب دشمن بالمقابل ہے تو ان مولویوں سے دست و گریباں ہوں۔ مگر بعض مولوی صاحبان نے اس کو پسند کیا اور سمجھا کہ کام کرنے کی وجہ سے احمدیوں کی جو شہرت ہو رہی ہے اس سے ان کی آمدنی بڑھ رہی ہے۔ حالانکہ ہم کسی سے ایک پیسہ بھی نہیں لینا چاہتے مگر مولویوں نے ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اور جب انہوں نے ہم سے احمدیت کے متعلق پوچھا تو ہم نے بتایا۔ اب بھی اگر کوئی ہمیں روکنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم ابھی احمدیت کو پیش نہ کریں جب تک دشمن مقابلہ سے بھاگ نہ جائے۔ تو اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے مولویوں کو روکے کہ ہمارے خلاف لوگوں کے دلوں میں وسوسے نہ ڈالیں۔ اور انہیں بھڑکانے کی کوشش نہ کریں ورنہ اس سے بڑھ کر نادانی کیا ہوگی کہ اپنے آدمیوں کو تو نہ روکا جائے اور ہمیں رکنے کے لئے کہا جائے۔ اگر گھر کے آدمی ان کی بات نہیں مانتے تو ہمیں روکنے کا ان کو کیا حق ہے۔ اگر ان میں طاقت ہے' اگر ان کا کوئی رعب ہے' اگر ان کی کوئی بات سنتا ہے تو وہ جائیں اور اپنے مولویوں کو ہماری مخالفت کرنے سے روکیں۔ اگر مولوی باز آجائیں تو ہم پھر اقرار کرتے ہیں کہ جب تک دشمن وہاں ہے ہم اس طرز کی تبلیغ نہ کریں گے جس طرز کی مولویوں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہمیں کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اگر مولویوں کو نہیں روکا جاتا جو ان کے اموال سے پرورش پاتے ہیں تو ہم کو وہ کس طرح روک سکتے ہیں۔ جنہیں کافر قرار دیتے ہیں۔ جن کو اپنے گھروں سے نکالتے اور ہر قسم کے دکھ پہنچاتے ہیں ان کو چاہیئے کہ پہلے ان لوگوں کو جن کی خاطر ہمیں یہ دکھ دیئے گئے ہیں اور دیئے جاتے ہیں روکیں اور اگر وہ ان ملانوں کو نہیں روکتے تو ہم کو روکنے کی کس طرح جرأت کر سکتے ہیں۔ جن سے وہ ہر قسم کا بدسلوک کرتے رہے ہیں اور جن کو دکھ

دینے اور ستانے میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی۔ اگر وہ اپنے مولویوں کو روکیں اور مولوی ہمارے مخالفت سے باز آجائیں۔ تو پھر وہ ہم سے درخواست کر سکتے ہیں مگر بطور حکم کے نہیں بلکہ بطور التجا کے اور تب ہم دیکھیں گے کہ یہ موقع ایسا ہے کہ ہم ان کی درخواست کو منظور کریں تو منظور کرلیں گے اور اگر دشمن بھاگ گیا ہوگا تو ہم ان کی درخواست کو رد کر دیں گے۔ مومن کا ہاتھ ہمیشہ اونچا ہوتا ہے۔ نیچا نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم کسی کی حکومت کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں ہم مذہبی لحاظ سے ایک ہی کی حکومت مانتے ہیں اور وہ خدا ہے اور ہم پر کسی کا کوئی رعب داب نہیں۔ سوائے اس کے جو حق لے کر آتا ہے۔ پس جو کوئی ہم سے کسی قسم کی درخواست کرنا چاہتا ہے وہ پہلے حق پیدا کرے۔ اور پھر ہمارے پاس آئے۔ اور جب کوئی حق پیدا کرلیتا ہے تو خواہ وہ سب سے کمزور اور دنیوی لحاظ سے کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو۔ ہمارے نزدیک سب سے زبردست ہوگا۔ اور اس کے علم، مال، درجہ کی کمزوری اس کے رستہ میں حائل نہ ہوگی۔ اور ہم یہ نہیں کہیں گے کہ چونکہ یہ کسی قوم کا سردار اور لیڈر نہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے ہم اس کی بات نہیں سنیں گے۔ بلکہ اگر کوئی حق لے کر آئے گا تو دلی خوشی سے ہم اس کا استقبال کریں گے۔ ادب کے ساتھ اس سے ملیں گے اور شوق سے اس کی بات کو قبول کریں گے مگر شرط یہی ہے کہ وہ حق لیکر آئے۔

پس میں اس خطبہ کے ذریعہ ان لوگوں کو جن کو اس امر کے متعلق دھوکہ لگا ہوا ہو۔ خواہ دوسرے لوگوں میں سے ہوں یا احمدی جماعت کے ہوں۔ بتاتا ہوں کہ وہ اچھی طرح سن لیں کہ ہم نے نہ کبھی کہا ہے اور نہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم احمدیت کی تبلیغ کلی طور پر چھوڑ دیں گے ہاں ہم نے یہ کہا کہ ملکانہ لوگ جو اسلام کے ابتدائی مسائل سے بھی ناواقف ہیں ان میں تبلیغ احمدیت کے مقصد کو لیکر نہیں جائیں گے اور اس وقت تک ان میں تبلیغ نہیں کریں گے جب تک دشمن کا حملہ دور نہ ہو جائے اور وہ اسلام کے نام پر قائم نہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان میں تبلیغ کرنے کا یہ موقع نہیں مگر جب دوسروں نے ہمیں چھیڑا۔ ہماری خاموشی کو شکست قرار دیا اور لوگوں کو ہمارے خلاف اکسایا اور غلط خیالات ان کے دل میں ڈالے تو پھر ہم کس طرح خاموش رہ سکتے ہیں اب تبلیغ کرنا ہمارا مقصد نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ دفاع ہے۔ پھر میں دنیا کو یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ صلح یہ نہیں ہوتی کہ اپنا اپنا مذہب چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح پر نہ صلح ہو سکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے۔ صلح کی خاطر صرف انہی باتوں کو چھوڑا جا سکتا ہے جن کا چھوڑنا شریعت نے جائز قرار دیا ہے مگر شریعت یہ جائز نہیں کرتی کہ عقائد کے متعلق کوئی پوچھے۔ پھر انسان نہ بتائے۔ فروعی مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے اور ان میں اگر مصلحتاً خاموشی اختیار کی جائے تو حرج نہیں لیکن جو امور عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور ان پر ایمان کی بنیاد سمجھی جاتی ہے ان کو کسی صورت میں بھی چھوڑ نہیں سکتے اور ان کے متعلق

خاموشی ناممکن ہے۔ پس اس بات کی نہ ہم ان سے امید رکھتے ہیں اور نہ وہ ہم سے رکھیں کہ ہم اس قسم کا اقرار کر سکتے ہیں۔ اتفاق اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کو گالیاں نہ دی جائیں۔ مخالفت نہ کی جائے۔ تبلیغ میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے جو مبلغ جہاں رہتا ہے وہاں دوسرے عقائد کا مبلغ نہ جائے۔ اور اگر جائے تو اختلافی مسائل نہ چھیڑے۔ اگر کوئی مبلغ ملکانوں کو یہ بھی سکھلائے کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں تو ہمارے نزدیک ملکانوں کی حالت اس سے اچھی رہے گی کہ وہ آریہ ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے گا۔ اس لئے ہم اس وقت اس کے متعلق کچھ نہ کہیں گے۔ پس چاہیئے کہ مبلغ اپنے اپنے علاقہ میں کام کریں اور ایک دوسرے کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ اس بات کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہم ہروقت تیار ہیں۔ مگر یہ کہ ہم احمدیت کو چھپائیں یہ امید ہم سے قطعاً" نہیں رکھنی چاہیئے صلح کے معنی فرعی مسائل کو نہ چھیڑنے کے ہیں اصولی مسائل کو چھپانا مداہنت ہے جسے ہم ہرگز اختیار نہیں کر سکتے۔ دوسرے علاقوں میں بھی ہم اسی قسم کی صلح کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ کوئی شخص اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کرے یا ہم اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کریں۔ بلکہ اس کے یہ بھی معنی ہوتے ہیں کہ جن باتوں میں ہم ایک ہیں ان میں دشمن کے مقابلہ میں ایک ہو جائیں۔ اور مسلمان کہلانے والا کوئی فرقہ دوسرے کو گالیاں نہ دے اور ایک دوسرے کے خلاف طبائع میں جوش نہ پیدا کریں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اصول اور فروع کے فرق کو سمجھیں اور جان لیں کہ اصولی مسائل کے چھڑانے کا مطالبہ پاگل پن ہے اور ان کے سینوں کو کھولے تاکہ وہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں اور یہ روز کے جھگڑے ہی مٹ جائیں۔

آج ایک جنازہ پڑھاؤں گا۔ جھنگ میں ہمارے ایک مخلص دوست غلام مصطفیٰ صاحب رہتے تھے جو بہت مخلص اور سلسلہ کے لئے محنت سے کام کرنے والے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے علاقے میں ایسے شخص تھے کہ ان کا جنازہ پڑھایا جائے۔

(الفضل ۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۳ء)

❀ ❀ ❀